(۲۳)

(فرمودہ ۱۷۔ جنوری ۱۹۳۴ء بمقام عید گاہ۔ قادیان)

اسلامی تعلیم اور دوسرے مذاہب کی تعلیم میں ایک **مَابِهِ الْاِمْتِيَازْ** نظر آتا ہے وہ میانہ روی ہے ورنہ سب مذاہب کی تعلیموں میں ایک حد تک اشتراک پایا جاتا ہے۔ اسلام اگر نماز کا حکم دیتا ہے تو ہر مذہب میں کسی نہ کسی رنگ میں خدا کی عبادت کی جاتی ہے' اسلام اگر روزہ کا حکم دیتا ہے تو دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں جس میں روزہ کی کوئی نہ کوئی شکل نہ رکھی گئی ہو' اسلام میں اگر حج ہے تو ہر قوم اور ہر مذہب میں کوئی نہ کوئی مقدّس مقام ہے جہاں جانا مذہبی فرض سمجھا جاتا ہے' اگر اسلام نے زکوٰۃ کی تعلیم دی ہے تو ہر مذہب میں صدقہ و خیرات کی تعلیم پائی جاتی ہے اور ہندو عیسائی زرتشتی سب مذاہب میں ایسی تعلیم موجود ہے۔ پس اجمالی رنگ میں اگر دیکھا جائے تو اسلامی تعلیم اور دوسرے مذاہب میں کوئی فرق نہیں اسی لئے وہ لوگ جنہوں نے تفصیلات اور ان کی اہمیت پر غور نہیں کیا ہوتا کہہ دیتے ہیں کہ سب مذاہب ایک ہی ہیں اور کوئی فرق ان میں نہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ سب نے خدا کی یاد' اس کی فرمانبرداری اور نیکی و تقویٰ کا حکم دیا ہے۔ سب نے نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ کی تلقین کی ہے پھر کیوں کسی کو ناقابلِ عمل کہیں اور کسی کو قابلِ عمل' کسی کو جھوٹا کہیں اور کسی کو سچا' کسی کو ناقص ٹھہرائیں اور کسی کو کامل مگر سب نے گو اجمالی تعلیم یکساں دی ہے لیکن تفصیلات میں اتنا فرق ہے جتنا زمین و آسمان میں۔ اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ جیسے کپڑا ہے وہ بھی کپڑے ہی ہیں جو یورپ کی عورتیں پہنتی ہیں جن کا نام اگرچہ کپڑا ہوتا ہے مگر جسم کا ہر حصہ اس میں سے ننگا نظر آتا ہے۔ جب میں ولایت گیا [1] تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ بھی دیکھوں مگر قیام انگلستان کے دوران میں مجھے اس کا موقع نہ ملا۔ واپسی پر جب ہم فرانس آئے تو میں نے چوہدری ظفراللہ خان صاحب [2] سے جو میرے ساتھ تھے کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں جہاں یورپین سوسائٹی عُریانی سے نظر آسکے۔ وہ بھی فرانس سے واقف تو نہ تھے مگر مجھے ایک اوپیرا میں لے گئے جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ اوپیرا (Oppera) سینما کو کہتے

ہیں چوہدری صاحب نے بتایا کہ یہ اعلیٰ سوسائٹی کی جگہ ہے جسے دیکھ کر آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان لوگوں کی کیا حالت ہے۔ میری نظر چونکہ کمزور ہے اس لئے دُور کی چیز اچھی طرح انہیں دیکھ سکتا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے جو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔ میں نے چوہدری صاحب سے کہا کیا یہ ننگی ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ ننگی نہیں بلکہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں مگر باوجود اس کے وہ ننگی معلوم ہوتی تھیں۔ تو یہ بھی ایک لباس ہے اسی طرح ان لوگوں کے شام کی دعوتوں کے گاؤن ہوتے ہیں نام تو اس کا بھی لباس ہے مگر اس میں سے جسم کا ہر حصہ بالکل ننگا نظر آتا ہے۔ پھر وہ ایک لباس ہے جو ہندوستانی عورتیں پہنتی ہیں اور جو ایسے موٹے کپڑے کا ہوتا ہے کہ اگر اس میں سے سیال چیز چھانی جائے تو شاید نہ نکل سکے ایک تو ایسا موٹا کپڑا ہے اور دوسرا اتنا باریک کہ نظر کے لئے بھی روک نہیں بن سکتا مگر نام دونوں کا لباس ہے۔

اسی طرح صرف نماز روزہ کہہ دینا کافی نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان کا مفہوم کیا ہے اور تفاصیل کیا ہیں۔ مثلاً نماز کو ہی لے لو۔ ایک طرف یہ نماز ہے جس میں اس حد تک غلو کیا جاتا ہے کہ سورج نکلا تو اس کی پرستش کے لئے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا اور شام تک دیکھتے ہی رہے' ۳۰ یا گرمیوں میں ارد گرد الاؤ جلا کر بیٹھے رہے' سردیوں میں ٹھنڈے پانی میں کھڑے رہے' ۲۴ گھنٹے اُلٹے ہی لٹکے رہے۔ پھر ایک یہ نماز ہے کہ ساتویں دن گرجا میں جمع ہوئے' کچھ شعر پڑھے گانا سنا' باجا بجایا' کچھ وعظ بھی سن لیا اور گھر آ گئے۔ وعظ کے متعلق تو عام شکایت کی جاتی ہے کہ اس میں لوگ سوئے رہتے ہیں صرف اُسی وقت تک جاگتے ہیں جب تک باجا بجتا رہے یا گیت گائے جاتے ہوں۔ وعظ کے وقت سو جاتے ہیں پھر اس میں بھی یہ تفریق ہے کہ امیر غریب الگ الگ بیٹھتے ہیں۔ جس طرح تھیٹروں میں ٹکٹ ہوتے ہیں اور سیٹیں ریزرو ہوتی ہیں اسی طرح گرجوں میں بھی بڑے آدمیوں کے لئے کوچ ریزرو ہوتے ہیں۔ اگر کوئی غریب آدمی اس پر جا بیٹھے تو پادری صاحب فوراً اٹھا دیتے ہیں۔ پھر ایک عبادت آریوں نے نکالی ہے وہ بھی ساتویں دن مندر میں جمع ہو کر گا لیتے اور چھینے وغیرہ بجا لیتے ہیں مگر یہ عبادت ایسی ہی ہے جیسے میرے ایک عزیز سنایا کرتے ہیں کہ زمانہ طالب علمی میں میرے ایک دوست تھے جو میرے ساتھ رہا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ وہ سخت مغموم ہیں گویا کوئی بہت بڑا صدمہ پہنچا ہے۔ میں نے وجہ دریافت کی تو کہنے لگے مجھ سے بہت غفلت ہو گئی ہے امتحان سر پر ہے اور میں

نے آج سبق یاد نہیں کیا یونہی وقت ضائع کر دیا۔ اس کے لئے میں نے اپنے آپ کو سزا دی ہے جس کا مجھے افسوس ہے انہوں نے پوچھا کیا سزا دی ہے۔ کہنے لگے میں نے اپنے پر دو آنہ جرمانہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کیا آپ نے کسی غریب کو دو آنے دے دیئے۔ کہنے لگے نہیں اگر ایسا کر سکتا تو خوشی نہ ہوتی۔ میں نے دو آنہ کی مٹھائی لے کر کھائی ہے تو جیسا یہ جرمانہ ہے ویسی ہی یہ عبادت ہے اگر یہ عبادت ہے تو سب سے زیادہ عابد تھیٹروں والے ہیں جو ہر روز گاتے بجاتے رہتے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ عابد کنچنیاں ہیں جنہیں آٹھ آنے دے کر جس کا جی چاہے گانا سن لے۔ غرض ایک طرف تو یہ عبادت ہے اور دوسری طرف بالکل انسانیت سے خارج کر دینے والی عبادت ہے یعنی اُلٹے لٹکے رہنا یا بعض لوگ ایسی چارپائی پر سوتے ہیں جس میں کیل ہی کیل لگے ہوتے ہیں۔ ساری رات وہ بدن میں چُبھتے رہتے ہیں ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں نیند کیا خاک آئے گی اور یہ عبادت ہو رہی ہوتی ہے۔ پھر روزہ ہے ایک طرف تو ایسے لوگ ہیں جو چھ چھ ماہ روزے رکھتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جنہوں نے روزہ کی یہ صورت سمجھ رکھی ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز نہیں کھائیں گے۔ یوں دن بھر دو درجن کیلے' سیر بھر مونگ پھلی دو چار سیر دودھ اور دیگر مٹھائیاں اور پھل وغیرہ کھا جائیں گے اور پھر بھی یہی کہیں گے کہ ہم نے روزہ رکھا تھا۔ [۴]

گاندھی جی [۵] کی خوراک کے متعلق ایک اخبار نے لطیفہ شائع کیا تھا کہ وہ اتنی نارنگیاں' اتنی مونگ پھلی' اتنا دودھ روزانہ پیتے ہیں جو عام آدمیوں کی خوراک سے بہت زیادہ ہے اور پھر کہا جاتا ہے کہ وہ کھانا بالکل نہیں کھاتے۔ حالانکہ ان کی خوراک ہماری خوراک سے دو تین گُنا ہو جاتی ہے۔ پھر صدقہ زکوٰۃ ہے اس کے متعلق بھی یہی حال ہے بعض لوگ کسی قومی تحریک میں کوئی رقم دے دیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ اس فرض سے سبکدوش ہو گئے۔ اس کے عوض میں وہ خان بہادر یا سر بھی ہو جاتے ہیں اور اس طرح اس کی قیمت بھی مل جاتی ہے۔ لیکن دوسری طرف انجیل میں آتا ہے کہ جب تک تو سارا مال خدا کی راہ میں نہیں لُٹا دیتا اس وقت تک خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ [۶] ایک نے تو صدقہ کو سودے کی چیز بنا رکھا ہے اور دوسرے نے یہ تعلیم دی ہے کہ اپنا سب کچھ لُٹا دو۔ اگر تمہارے گھر میں مال ہے تو تم نجات نہیں پا سکتے۔ غرض کہ سب جگہ افراط تفریط ہے سوائے اسلام کے۔ اسلام ہر روز پانچ نمازیں ادا کرنے کا حکم دیتا ہے [۷] مگر اُلٹے لٹکے رہنے یا ایسی عبادتوں کو جو جسم کو کچُل ڈالتی ہیں

حرام کرتا ہے۔ اسی طرح روزہ کے متعلق وہ چھ ماہ کا حکم نہیں دیتا بلکہ صرف ایک ماہ کے روزے مقرر کرتا ہے۔ [۸] اور اس میں بھی یہ ہدایت ہے کہ بغیر سحری کھائے روزہ رکھنا ناپسندیدہ ہے اور افطاری بھی جلدی کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ [۹] پھر کھانے پینے کے متعلق حکم ہے کہ **كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا**۔ [۱۰] یعنی کھاؤ پیو مگر ایک حد کے اندر۔ اسراف نہ کرو۔ یہ نہیں کہ کھانے لگے تو کھاتے ہی گئے اور پینا شروع کیا تو پیتے ہی گئے بلکہ ایک حد تک کھاؤ پیو۔ اسی طرح خوشی غمی کے متعلق بھی حد بندی کر دی۔ دوسری اقوام کی عیدیں عیدیں نہیں بلکہ بدمستیاں ہوتی ہیں اور غمی غمی نہیں بلکہ مایوسی ہوتی ہے مگر اسلام نے اس معاملہ میں بھی حد بندی کر دی۔ غم کے وقت انسان رونے لگتا ہے تو اسلام کہتا ہے صبر کرو۔ [۱۱] اور خوشی میں ہنسنے لگتا ہے تو کہتا ہے زیادہ مت ہنسو۔ [۱۲] گویا اس نے ہمیں ایسے مقام پر کھڑا کر دیا ہے کہ اگر انسان ہر وقت سوچ سوچ کر قدم نہ رکھے تو ہلاکت کے گڑھے میں گرنے کا خطرہ ہے۔ کیا عجیب بات ہے کہ اسلام نہ تو ہمیں ہنسنے دیتا ہے اور نہ رونے' دونوں سے روکتا ہے۔ میں ابھی گھر سے عید کیلئے آیا تھا تو خیال آیا کہ اسلام کہتا ہے کہ جاؤ عید کرو لیکن جب ہم خوشی منانے لگتے ہیں تو کہتا ہے اس طرح نہیں۔ پھر کہتا ہے جاؤ غریب انسانوں سے ہمدردی کرو لیکن جب ہم رونے لگتے ہیں تو کہتا ہے اس طرح نہیں۔ اس پر مجھے ایک شاعر کی رباعی یاد آگئی ہے جو اگرچہ کہی تو اس نے اپنے عشق کا اظہار کرنے لئے ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس میں اسلامی تعلیم کو بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے:-

کسی کی شبِ ہجر روتے کٹے ہے
کسی کی شبِ وصل سوتے کٹے ہے
ہماری یہ شب کیسی شب ہے الٰہی
نہ روتے کٹے ہے نہ سوتے کٹے ہے [۱۳]

ہمارا مذہب نہ ہمیں رونے دیتا ہے اور نہ ہنسنے۔ وہ کہتا ہے کہ عید کرو' غم کرو مگر دونوں حد کے اندر۔ غم کے وقت تمہارے اندر مایوسی نہ ہونی چاہئے اگرچہ تمہارے سامنے مصائب کا پہاڑ ہو۔ تمہیں یہ سوچنا چاہئے کہ ہمارے سر پر ایک خدا ہے جو سب مشکلات کو دور کر سکتا ہے۔ پھر عید کرو تو اس میں بھی انتہاء نہ کرو اور یہ خیال کرو کہ تمہارے اوپر ایک خدا ہے جو تمہاری ساری نعمتیں چھین سکتا ہے۔ وہ غم کیا جس نے انسان پر مایوسی طاری کر دی وہ تو موت

ہے۔ اور وہ خوشی کیا جو امیدوں کو آرزؤں سے بدل دے۔ حقیقی غم وہی ہے جو آئندہ کی امید دلاتا ہے اور حقیقی خوشی وہی ہے جو آئندہ کے خطرات سے آگاہ کرتی ہے۔ اس کے بغیر نہ غم غم ہے اور نہ خوشی خوشی۔ چاہیئے کہ جب انسان غم میں ہو تو ساتھ ہنستا بھی ہو اور عید میں ہو تو ساتھ غم بھی ہو گویا بعینہٖ وہی حالت ہو کہ

ہماری بھی شب کیسی شب ہے الٰہی
نہ روتے کٹے ہے نہ سوتے کٹے ہے

یہی وہ مقام ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ کے قریب کر دیتا ہے جو شخص غم میں مایوس ہو جاتا ہے وہ جہنمی ہے اور خدا سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ کتنا ہی دکھ اور کتنی ہی مصیبت ہو ہمت قائم رہنی چاہیئے اور امیدیں انسان کے دل میں مضبوطی سے قائم ہونی چاہئیں۔ وہ مصائب کا پہاڑ سامنے دیکھے مگر کہے میرا خدا انہیں دور کر سکتا ہے۔ غم و ہموم کے بادل اس کے سر پر منڈلا رہے ہوں مگر وہ یقین رکھے کہ خدا ہے جو انہیں پھاڑ سکتا ہے۔ پھر خواہ دنیا کی ساری عیدیں اس کے لئے جمع ہوں مگر وہ کہے بے شک مجھے خوشی ہے مگر میرے سامنے ایک ایسی منزل ہے کہ ایک قدم آگے اٹھانے پر میں ایسی ٹھوکر کھاؤں کہ گر جاؤں۔ مجھ پر ساری دنیا کی ذمہ داری ہے اور جب تک ایک بھی ایسا انسان ہے جسے خوشی میسّر نہیں اس وقت تک میری عید نہیں ہو سکتی۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ [۱۴] میں یہی سکھایا گیا ہے کہ رنج و راحت میں بنی نوع انسان شریک ہیں اس لئے جس وقت عید ہو چاہیئے کہ انسان سوچے کئی گھر آج ایسے ہوں گے جن میں ماتم ہو رہا ہو گا اور اس خیال کے آتے ہی اس کی خوشی حد سے آگے نہیں جا سکے گی۔ گویا عید کی کیفیت یہ ہو کہ جیسے کسی کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا اور ایک موت واقع ہو گئی ہو بچہ کی پیدائش گھر والوں کے لئے خوشی اور موت غم کا موجب ہو گی۔ عید کے موقع پر انسان خیال کرے کہ کئی ایسے بھی میرے بھائی ہیں جو غم میں مبتلاء ہیں اور اگر غم پہنچے تو یہ خیال کرے کہ میرے کئی بھائی ہیں جنہیں آج خوشی نصیب ہو گی۔ یہی وہ مقام ہے جو حقیقی غمگساری کا مقام ہے اسے حاصل کرو۔ اس کے بغیر خدا کا قُرب اور حقیقی راحت حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہماری خوشی تب مکمل ہو گی جب دوسرے اس میں شامل ہوں اور جب دوسروں کے رنج میں ہم شریک ہوں۔ اس سے یہ نکتہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں اپنی خوشیوں میں دوسروں کو شریک کرنا چاہیئے اور دوسروں کے رنج میں خود شریک ہونا چاہیئے۔ اسی وجہ سے مجھے خیال آیا کہ جب عید

آتی ہے تو چاہئے کہ اسے سب بھائیوں کے ساتھ مل کر منایا جائے۔ اس عید پر لوگ سیویاں تقسیم کرتے ہیں اور اس رسم کی حد ہو گئی ہے چاہے کوئی کھائے یا نہ کھائے مگر اس دن سیویاں ضرور ایک دوسرے کے ہاں بھیجی جاتی ہیں۔ رشتہ داروں اور دوستوں کے ہاں سے پیالے پر پیالے آتے ہیں۔ گویا ساری خوشی عید کی سیویوں میں ہوتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی عورت کسی کے ہاں ملازم تھی اس کے آقا نے اسے ایک دن کہا ہم سحری کے وقت تجھ سے کوئی کام تو لیتے نہیں اور روزہ تو رکھتی نہیں پھر اٹھنے کا کیا فائدہ۔ اس نے کہا میں نماز نہ پڑھوں روزہ نہ رکھوں سحری نہ کھاؤں تو کافر ہو جاؤں۔ اسی طرح عید کی سیویاں بھی اسلام کا چھٹا رکن سمجھ لیا گیا ہے چاہے انہیں دیکھ کر کسی کو قے آتی ہو' چاہے رکھنے کو جگہ نہ رہے' مگر ایک دوسرے کے ہاں بھیجنا ضروری ہے۔ میں نے تو گھر میں اس سے روک دیا ہے تحفہ کی حد تک تو یہ چیز جائز تھی مگر اب یہ علّت کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ اسی طرح عید الاضحیٰ کے موقع پر گوشت ہوتا ہے جس کا باہم ایک دوسرے سے تبالہ ہو جاتا ہے اور وہی مثلاً ہو جاتی ہے کہ "انّا ونڈے ریوڑیاں مُڑ مُڑ اپنیاں نوں دے۔" یعنی نابینا ریوڑیاں بانٹتے ہوئے اپنوں کو بار بار دے۔ گوشت کو آپس میں ہی بانٹ دیا جاتا ہے اور غریبوں کے ہاں اُس دن بھی دال ہی پکتی ہے۔ یا اگر غرباء میں بھی بانٹا جائے تو اس بیوقوفی سے بانٹا جاتا ہے کہ ایک غریب کے ہاں تو دس سیر جمع ہو جائے گا جس کی اسے ضرورت نہیں ہوتی اور دوسرے کے ہاں اس دن بھی فاقہ ہی ہو گا۔

میں نے اس خیال سے کہ ان باتوں کو ہم کیوں نہ معقول بنائیں۔ بجائے اس کے کہ سیویوں کے پیالے تقسیم کئے جائیں ایک دعوت کا انتظام کیا ہے۔ اسلام نے غرباء کے کھانے پینے کا ذمہ دار بیت المال کو قرار دیا ہے۔ ۵ے مگر ہمارے پاس چونکہ بیت المال اس قسم کا نہیں صرف چندہ پر ہی کام چلتا ہے سرکاری ٹیکس چونکہ سرکار وصول کرتی ہے اس لئے جو چندہ دے وہ بھی کم ہی دے سکتا ہے اس لئے میں نے سوچا کہ ہم میں یہ طاقت تو نہیں کہ سارا سال سب کا بوجھ اٹھا سکیں لیکن کم سے کم یہ انتظام تو ہونا چاہئے کہ عید کے روز ہر غریب کے گھر میں کھانا پہنچا سکیں۔ ہمارے ہاں یہ دستور ہے کہ تحفہ تو رشتہ داروں اور دوستوں کو دیا جاتا ہے اور صدقہ غریبوں کو۔ ہمسایوں کو بھی تحفہ دینے کا رواج نہیں۔ عرب اور دوسرے اسلامی ممالک میں یہ رواج ہے اس لئے میں نے خیال کیا کہ اس دعوت میں بیت المال کی ذمہ داری کے علاوہ تحفہ کا رنگ بھی ہو۔ عید کے روز دعوت عام ہو۔ ۶ے جس میں کچھ خرچ تو بیت المال سے ہو

اور کچھ دوسرے دوستوں سے بطور تحفہ وصول کیا جائے صدقہ بالکل نہ ہو۔ اور باہم برادرانہ تعلق کے لئے میں نے یہ تجویز کی کہ دوسرے لوگ بھی اس میں شامل ہوں مگر قیمت دے کر یعنی کھانا تو انہیں لنگر سے دیا جائے لیکن اس کی قیمت ان سے لے لی جائے۔ اس میں میرے مد نظر یہ بھی خیال تھا کہ باہر کے لوگ تو آ کر لنگر سے کھانا کھاتے ہیں مگر قادیان کے لوگ نہیں کھاتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک شعر ہے

والله' ہمچو کشتی نوحم زِ کردگار
بے دولت آنکہ دور بماند زِلنگرم ۱۷؎

میں نے خیال کیا کہ اس رنگ میں کچھ رقم داخل کر کے قادیان کے لوگ بھی لنگر سے کھانا حاصل کر سکیں گے۔ آخر وہ ہمارے ہی روپیہ سے چلتا ہے دوسرے بھی چندہ کے طور پر رقوم دیدیں اور اس طرح وہ اس دعوت میں بھی شریک ہو جائیں اور اس لنگر سے کھانا کھا کر اس وعید سے بھی بچ جائیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لنگر سے دور رہنے والوں کے متعلق ہے اور اس طرح غرباء کو کھانا کھلانے کی ذمہ داری بھی کم سے کم ایک دن کے لئے سلسلہ پر آجائے۔ پھر چونکہ دوسرے بھی اس میں شریک ہوں گے اس لئے تحفہ بھی ہو جائے گا جو کہ ایک نظام کے ماتحت ساری جماعت میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اسی طرح میرا خیال ہے کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر یہ انتظام کیا جائے کہ جہاں تک ہو سکے دوست کوشش کریں کہ پہلے ہی روز قربانی کی جائے اور پہلے بتا دیں کہ وہ کتنا گوشت مجموعی انتظام میں دیں گے۔ پھر اسے انتظام کے ماتحت ہر گھر میں پہنچا دیا جائے۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہم اس طرح مشترکہ عید منایا کریں۔ اسی کے ماتحت آج جو دعوت ہو گی اس میں کچھ بطور تحفہ نہ کہ صدقہ دے کر صاحبِ استطاعت دوست شریک ہو سکتے ہیں اور کچھ بیت المال سے ڈال کر تمام غرباء اور ان میں دوسرے دوستوں کے گھروں میں جو قیمت دے کر شامل ہوں کھانا پہنچا دیا جائے گا۔ میری تجویز یہ ہے کہ اس انتظام کو بڑھا کر ایسی شکل میں لایا جائے کہ ایک وقت ایسا آجائے جبکہ تمام دوستوں کی دعوت ہو جائے اور اس طرح سب مل کر اکٹھے کھانا کھایا کریں۔ قرعہ اندازی کے ذریعہ کچھ یوں بھی ایک جگہ جمع ہو کر اکٹھے کھالیا کریں اور اس طرح اکٹھے بیٹھ کر کھانے کی رسم بھی پوری ہو جائے اور اس سے یہ بھی فائدہ ہو گا کہ ہماری عید مجموعی عید ہوا کرے گی۔

اس کے بعد میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہماری عیدیں سچی عیدیں

ہوں۔ خوشی کے موقع پر خدا کا خوف ہمارے دل سے نہ نکلے اور غموں کے وقت ہمیں مایوسی نہ ہو۔ غم سب پر آتے ہیں حتیٰ کہ انبیاء پر بھی آتے ہیں مگر جب مایوسی نہ پیدا ہو تو غم بھی عید ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری عیدوں اور غموں کو اسلامی بنائے اور توفیق دے کہ ایک دوسرے کی خوشی و غم میں شریک ہو سکیں نفسا نفسی سے جو نہایت ہی ادنیٰ مقام ہے خدا تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔

مجھے ابھی خیال آیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ جو قادیان میں موجود ہوں وہ ضرور اس دعوت میں شریک ہوں۔ یعنی جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر یا آپ کے زمانہ میں بیعت کی اور آپ کو دیکھا یا پیدائشی احمدی ہونے کی صورت میں آپ کو دیکھا ہے انہیں ضرور دعوت میں شریک کیا جائے اور ان کی شمولیت کا قرعہ اندازی پر حصر نہ ہو۔

(الفضل ۲۸۔جنوری ۱۹۳۴ء)

---

۱ ۱۹۲۴ء کے سفر انگلستان کا ذکر ہے۔

۲ ۱۸۹۳ء۔ بیعت ۱۹۰۷ء مگر احمدی ۱۹۰۴ء سے ہیں۔

۳ رگوید ۱۰:۶۳: III رگوید ۱:۱۱۵ :I شنگر رگ وجے صفحہ ۱۳

۴ دھرم سندھو صفحہ ۱۷

۵ ۱۸۶۹ء۔۱۹۴۸ء

۶ مرقس باب ۱۰ آیت ۲۱ تا ۲۵

۷ بنی اسرائیل: ۷۹۔ صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب کیف فرضت الصلوٰۃ

۸ البقرۃ :۱۸۶۔ صحیح بخاری کتاب الصوم باب وجوب صوم رمضان
صحیح بخاری کتاب الصوم باب برکۃ السحور۔

۹ صحیح بخاری کتاب الصوم باب تعجیل الافطار۔ صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل السحور و تاکید استحبابہ واستحباب تاخیرہ وتعجیل الافطار

۱۰ الاعراف:۳۲

۱۱ البقرۃ:۱۵۴، ۱۵۶، ۱۵۷

۲؎ **صحیح بخاری کتاب الرقاق باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا۔**

۳؎ یہ قطعہ آصف الدولہ والی اَوَدھ وزیر الممالک یحیٰ خان کا ہے جسے قدرت اللہ قاسم نے مجموعہ نَغِز حصہ اول صفحہ ۳۵ پر نقل کیا ہے۔ قطعہ کی صحیح صورت یہ ہے۔

"کسو کی شب وصل سوتے کٹے ہے
کسو کی شب ہجر روتے کٹے ہے
ہماری یہ شب کیسی شب ہے الٰہی
نہ روتے کٹے ہے نہ سوتے کٹے ہے"

(بشکریہ جناب مشفق خواجہ معتمد انجمن ترقی اردو کراچی)

۴؎ **الفاتحۃ: ۵** ۵؎ طٰہٰ: ۱۱۹،۱۱۸

۶؎ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں عید کی شام کو لنگر خانہ مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے قادیان کے ساڑھے چار ہزار احباب کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ ان میں سے اکثریت غرباء کی تھی۔ قلیل حصہ ایسے احباب کا بھی شامل ہوا جنہوں نے کھانے کی قیمت ادا کی۔

اسی شام مسجد اقصیٰ میں بھی ایک دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ مدعوین کی تعداد چار صد تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے علاوہ جملہ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور قادیان کے محلہ جات کے نمائندہ احباب جن کا چناؤ بذریعہ قرعہ اندازی ہوا تھا نے شمولیت فرمائی۔ (الفضل ۲۱ جنوری ۱۹۳۴ء)

۷؎ ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۱۵۶